بلوچ قوم اور بلوچستان کی تاریخ کا ایک تنقیدی جائزہ

لطیفہ کمال*

ڈاکٹر منظور احمد**

Abstract

The aim of this paper is to provide an analytical review of the Baloch and Balochistan, in which we show that how the Baloch, after passing through various painful stages, has evolved to become a distinct ethnic group and Balochistan being a remote area at the Iranian border, has become a vital unit of Pakistani federation. The paper shows that the construction of the Baloch as an ethnic group is explained by ethno-symbolist theory, against various claims in the favour of primordial theory or other modern theories. The Baloch is heterogeneous in its formation and features, where various ethnic, linguistics and racial groups define the construction of the Baloch being diverse and heterogeneous. The paper with the help of a range of relevant literature explains that how Baloch after transforming through various historical epics and how Balochistan has formed into its current construction as an entity of Pakistan. The paper argues that the Baloch as a distinct ethnic group is neither ancient in its character nor modern in its appeal, as it emerged uniquely before the era of enlightenment and French Revolution. The paper further elaborates the formation of Kalat Confederacy in its historical perspective, from the arrival of British in Balochistan in 1839 to the advert of Balochistan as a federating unit in Pakistani federation.

---

* اسسٹنٹ پروفیسر آف سوشل سائنسز لسبیلہ یونیورسٹی اوتھل،بلوچستان

** ایسوی ایٹ پرو فیسرآف اکنامکس، اکنامکس ڈپارٹمنٹ لسبیلہ یونیورسٹی اوتھل،بلوچستان

تلخیص

اس تحریر کا بنیادی مقصد بلوچ اور بلوچستان کی تاریخ کا ایک تنقیدی جائزہ پیش کرنا ہے جس میں ہم یہ پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ بلوچ بحیثیت قوم کس طرح ترقی اور تنزلی کے مختلف مراحل سے گذری ہے اور اسی طرح بلوچستان کس طرح تاریخ کے مختلف مراحل سے گذر کر پاکستان کے وفاقی نظام کا ایک اہم جز بنا۔ اس تحریر میں ہم مختلف تھیوری پیش کرتے ہوئے یہ دلائل دیتے ہیں کہ بلوچ درحقیقت ایک قوم کی حیثیت رکھتی ہے جسے Ethnosymbolist تھیوری سے ثابت کیا جا سکتا ہے۔ بلوچ مختلف رنگ نسل، نسلی اور لسانی بنیادوں پر مشتمل ایک کثیر الجہتی قوم ہے۔ اور اس ادبی مطالعے کا مقصد یہ کہ ہم تحقیق کے طریقوں سے گذرتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ ایک قوم کیسے وجود میں آتی ہے۔ ہمارا بنیادی مقصد بلوچ قوم اور بلوچستان سے متعلق ہے اور بحیثیت قوم یہ کیسے دنیا کے نقشے پہ ابھرے اور کیسے ایرانی سطح مرتفع سے الگ ہو کر پاکستان وفاق کا حصہ بنے۔

اس کے علاوہ مختلف نظریاتی حوالے سے جانچ پڑتال کرتے ہوئے پری موررڈسنٹ کے نظریات کو زیر بحث لا کر ہم بلوچ قوم کی بنیاد اور اس قوم کی حیثیت کو جانچا جا سکتا ہے۔ دراصل ہوتنو سیمپو لسٹ بلوچوں کو بحیثیت قوم سمجھتے ہیں اور بلوچ قوم سماجی تفریق کا مجموعہ ہے جو کہ مختلف نسلوں زبانوں اور گروہوں کی پیداوار ہے بلوچ قومیت کو ہم جدید نظریہ کے مطابق بہتر طریقے سے سمجھ سکتے ہیں بلوچ قومیت نہ اس قدر قدیم ہے اور نہ ہی اس قدر جدید اور اس تحقیق میں بلوچ قوم اور اس کی یکجہتی اور اس قوم کے تاریخی پس منظر کو زیر بحث لایا گیا ہے جو کہ برطانوی حکمرانوں کی آمد سے لیکر ریاست قلات کا پاکستان کے ساتھ الحاق تک ہے۔ اور آخر میں ایک مختصر اور مضبوط تجزیہ کرتے ہوئے بلوچ قوم کا ارتقاء اور موجودہ صورتحال کو پاکستانی وفاق کے مدمقابل دیکھتے ہیں۔

کلیدی الفاظ:بلوچ، بلوچستان، تاریخ، قومیت، لسانیت

تعارف

بلوچوں کی اصل تاریخ کو تلاش کرنا ایک نہایت مشکل اور محنت طلب کام ہے۔لیکن مختلف مصنف جیسے دشتی ۲۰۱۲، رسپوپر ۱۹۸۳، سلیکن ۱۹۶۸، ٹیم ۱۹۰۷، اور دیگر لکھتے ہیں کہ بلوچوں کی تاریخ تقریبا تین ملین پرانی ہے جب سے بے شمار قبائل اپنے ہجرت آبائی علاقے کو چھوڑ کر وسطی ایشیاء سے شمال مغربی، مغرب اور مشرق کی طرف راغب ہوئے ایک دہائی یا شاید صدیوں کی مشکلات اور تکالیف کے بعد وہ شمال مغربی ایرانی سطح مرتفع جسے بالاشکان کے نام سے جانا جاتا ہے وہاں جا کر آباد ہوئے وہ آرائی خانہ بدوشوں اور ایرانیوں کی خصوصیات کے حامل تھے اور یہ قبائل مختصر مدت کیلئے بالاشجک میں بھی آباد ہوئے۔ چونکہ بالشکان سے بحالت مجبوری ہجرت کرنی پڑی اور آخرکار صدیوں کی محنت اور مشکلات کے بعد ایرانی جنوبی مشرقی سطح مرتفع میں آباد ہوئے اور وقت کے ساتھ ساتھ بالشکان سے بلوچستان منتقل ہو گئے اور ان کی نئی آبادی بلوچستان یعنی بلوچوں کی سرزمین بن گئی۔ اور جب ان کی علاقائی زبان اور ثقافت اردگرد کے علاقوں میں پھیلنے لگی اس طرح ایک بااختیار متحدہ قبائلی ریاست بنا دی گئی۔ جو کہ دریائے سے شمال مشرق شمال میں افغانستان مغرب میں ایران جب کہ جنوب مغرب میں خلیج فارس تھے۔ اور بلوچ ریاست مختلف عروج وزوال کے ساتھ آخر کار ۱۸۳۹ میں برطانوی راج کا حصہ بنی (جان محمد ۱۹۸۹)۔

قدیم تاریخی ادب میں بلوچوں کی تاریخ کو کھوجنا بہت مشکل ہے کیونکہ ان کی سماجی ثقافتی زندگی میں ایک تصوراتی اور بے قاعدگی کی صورت پائی جاتی ہے۔ چونکہ پرانی زیادہ تر تاریخی دستاویزات زیادہ تر ختم ہو چکی ہیں۔ اور تاریخ دانوں کی اس موضوع پر خاموشی کو ہم کوئی معنی نہیں دے سکتے اور اس خاموشی کی کوئی مناسب وجہ بھی بیان نہیں کی جا سکتی۔ شاید ایک دیہی اور خانہ بدوشی کی طرز زندگی گزارنے والی قوم جس کا براہ راست کسی سیاسی، معاشی، سماجی اور ثقافتی امور سے متعلق غیر وابستگی کی وجہ سے تاریخ دانوں نے اسے اپنی توجہ کا مرکز نہیں بنایا۔ جیسے دیگر مختلف خانہ بدوشوں وسطی ایشیاء سے ایرانی سر زمین پر جا کر

آباد ہوئے اور تاریخی ادب میں ان کا تزکرہ بھی بہت کم ملتا ہے۔ اس کے باوجود مختلف نسلی گروہوں اپنی الگ پہچان اور اپنے وجود کو برقرار نہ رکھ سکے۔ جب بلوچ قوم نے اپنی الگ پہچان اور ثقافتی وجود کو برقرار رکھتے ہوئے دنیا میں آگے آئے (سلیلن ۱۹۶۸، رسپوپر ۱۹۸۳) بلوچ قوم کی اصل بنیاد ایرانی سطح پر ان کی آباد کاری تھی اور وہ کہاں سے ہجرت کر کے آئے تھے تاریخی ادب میں اس حوالے سے کم یابی اور غیر موجودگی نے مختلف تاریخ دانوں اور دانشوروں کے لئے ایک راہ مہیا کی ہے۔ جیسا کہ شروع کے تحقیق کاروں نے بلوچوں کی بنیاد جانچنے کے لئے مختلف نظریات سے منسلک کر کے مختلف نسلی گروہوں سے ان کا تعلق جوڑا۔ مختلف مفروضات کو زیر غور لا کر یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ بلوچوں کے آباؤ اجداد عربی ترکی قبائل سے تعلق رکھتے تھے۔ (پوٹنگر،۱۹۷۲-۱۸۱۶) کہتے ہیں کہ بلوچ قوم بنیادی طور پر ترک نسل سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ رالینسن (۱۸۷۳) اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ بلوچ عرب نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ بیلیو (۱۸۷۴) اس بات پر متفق ہے کہ بلوچ ہندی راجپوت قبیلے سے جڑتے ہیں جب کہ ٹیم (۱۹۰۴) لکھتے ہیں کہ یہ آرائی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کام میں بلوچوں کی حقیقت کو جانچنے کے لئے نہ پری موڈنسٹ اور نہ ہی موجودہ نظریہ قومی بلوچ قوم کی حقیقت کو واضح کر سکا۔ جدید دور کے نظریہ قومیت میں ہم بلوچ قوم کی حیثیت پر مناسب انداز میں بات کر سکتے ہیں اس کے علاوہ جدید نظریات اور ان کی جدت پسندی، بیرونی اور پیشہ وارانہ قوتوں کے ذریعے ہم بلوچوں کی قومیت کو بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی جدید بلوچ قوم، بلوچ متحدہ ریاست کا قیام، خان آف قلات کے اختیارات کی اختتام پذیری، برطانوی راج کی آمد اور آخر میں ریاست قلات کا پاکستان سے الحاق جو کہ ۱۹۴۸ میں برصغیر کے ساتھ ہی اختتام پذیر ہوا۔ اس کے علاوہ ایک مختصر حوالہ قوم، قومیت کی اثر انگیزی کو زیر بحث لایا جائیگا۔

اس کام کو شروع کرتے ہوئے سب سے پہلے بلوچوں کی بنیاد، ارتقاء اور ترقی کو جانچتے ہوئے جدید بلوچ قوم کو زیر بحث لایا جائیگا۔ جبکہ بلوچوں کی بنیادی نسل اس کی قومیت اور مختلف ادوار میں اثر انگیزی اور آخر میں بلوچ قومیت اور پاکستانی وفاق پر بحث

کیجائیگی اور نتیجہ پیش کیا جائیگا۔

بلوچ قوم ایک تاریخی تجزیہ

بلوچوں کی بنیاد بحیثیت قوم غیر واضح ہے (احمد ۱۹۹۲ اور ہیریسن ۱۹۸۱) بیسویں صدی کے تاریخ دان بلوچوں کی بنیاد مختلف انداز سے بیان کرتے ہیں۔ مصنفین جیسے واولیسن ۱۸۷۳ بیلیو۱۸۷۴ٹیم ۱۹۰۴اور پوٹنگز ۱۹۷۲ بلوچوں کو ایران کی مختلف نسلوں سے وابستہ کرتے ہیں۔ رالیسن ۱۸۷۳ بلوچوں کی نسل کو عرب (سیمیٹک) سے جوڑتے ہیں جب کہ بیلیو ۱۸۷۴ کے مطابق بلوچ اصل میں راجپوت ہیں اور انڈیا سے ہیں۔ بلوچ نام کو پالیچہ کے نام سے جانا جاتا ہے جو کہ چوہان راجپوتوں کے خاندان سے ہیں۔ پوٹنگر ۱۹۷۲ بلوچوں کو ترکی نسل سے ملاتا ہے۔ ٹیم ۱۹۰۴ بلوچوں کی جسمانی ساخت کو مد نظر رکھتے ہوئے اسے انڈین اور آرائی قبیلے سے منسلک کرتا ہے۔ اس کے مطابق بروہی بلوچ سے ایک الگ نسل ہے۔ان کے مطابق بلوچی بولنے والے بلوچ ہیں جب کہ قلات کے گردونواح میں بروہی زبان بولنے والے بنیادی طور پر انڈین ہیں۔ (بلوچ ایم-ایس۶۵-۱۹۵۸) جو کہ بروہی کو لسانی طور پر ایک جدا نسل سمجھتا ہے۔ بروہی نسل تاریخ میں ایک معما ہے جبکہ دوسری جانب بلوچ تاریخ دان جیسا کہ دشتی ۲۰۱۲نصیر ۲۰۰۴ اور بلوچ آئی ۱۹۸۷ ان تمام نسلی اور لسانی نظریات کو رد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ برطانوی حکمران اور ان کے تاریخ دانوں نے جان بوجھ کر بلوچستان کے لوگوں کو لسانی اور نسلی لحاظ سے تقسیم کیا تاکہ اپنے مقصد اور نوآبادادتی کو برقرار رکھ سکے۔ برسیگ ۲۰۰۴ کے مطابق بروہی چاہے کسی بھی نسل سے تعلق رکھتا ہو وہ ہمیشہ خود کو بلوچ قوم کا حصہ گردانتے ہیں۔ ان میں ثقافتی، مذہبی، تاریخی اور تجرباتی اور دیگر تمام علامات میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔ وہ خود کو ایک ہی نسل سے جانتے ہیں جو کہ سیاسی طور پر بہت اہمیت کی حامل ہے۔

درحقیقت بلوچ اور بلوچستان کی تاریخ کا منظم طور پر تحریری سلسلہ برطانوی نوآبادادتی دور میں انیسویں صدی کے ساتھ شروع ہوااور نوآبادادتی دور میں تاریخ دان (کلاسک سنڈے

مانیزیشن، ڈیوائیڈ اینڈ ڈولی) کی پالیسی کے تحت بروہی قوم کو نسلی اعتبار سے بلوچ قوم سے الگ گردانا جاتا ہے۔ اور حقیقت میں یہ لسانی معلومات پر مبنی تاریخی ادب قابل اعتماد نہیں۔ کیوں کہ ان کا مقصد متحدہ ریاست قلات کو ختم کرنا تھا اور اس بات کی مستند دلیل (گراشاہوج ۱۹۶۲a اور ۱۹۶۲ b) نے پیش کی کہ بروہی برادازوئی قبیلے سے ہیں جو کہ رگیر بلوچ قبیلوں کے ساتھ اقاڈین حکمران کے دوران رکوہ پادز اور وسطی قادسل میں مقیم تھے۔ دشتی ۲۰۱۲ کا یہ دعویٰ ہے کہ بروہی برادوزئی سے نکلا ہے جو وہاں کے مکین تھے اور قرون وسطیٰ کے دور میں وہاں سے ہجرت کر کے جھالاوان اور سراوان بلوچستان کے علاقوں میں آباد ہوئے۔ اس طرح بروہی کو بارزوئی جانا جاتا ہے۔ اور اسی طرح بلوچوں کی بنیاد اور نسل کو جاننا ایک پیچیدہ معاملہ ہے۔

کیونکہ ہمیں ایک واضح، منطقی اور منظّم مواد تاریخ دانوں اور نظریاتی دانشوروں سے کم یابی کے ساتھ ملا لیکن اس کے باوجود ہمیں بلوچ قوم کی اصلیت اور بنیاد کے بارے میں مختلف چار نظریات ملتے ہیں۔ پہلے نظریہ کے مطابق بلوچ قوم کو عربوں کی نسل کے ساتھ منسلک کرتے ہیں۔ ان میں جو بلوچ مصنف ہیں جن میں ذھیر(۲۰۱۰) بلوچ ۱۹۵۸ کہتا ہے کہ بلوچ قوم بنیادی طور پر (ٹگرو-یوفریٹس) کی وادی سے ہیں۔ اور انہیں ممرود سے منسلک کرتے ہیں جو کہ لٹس قبیلے کا خدا تھا۔ اس طرح ان کی بنیاد عربوں سے ہے۔ جب کہ نصیر ۲۰۱۰اور بلوچ ۱۹۷۵بلوچ قوم کا تذکرہ اس طرح کرتے ہیں کہ بلوچ نگرس اور یو فریٹس کے قریب ریسفو (سیریا) سے ہیں اور وہاں سے ہجرت کر کے ایران اور پھر موجودہ بلوچستان میں آباد ہوئے۔ اور بلوچ اور کرد ایک ہی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔

اور اس طرح سبز براگیھوں اور پانی کے وسائل پر دشمنوں کی وجہ کیپسین سی فارس اور آخرکار بلوچستان (بلوچ) اور عراق اور ترکی (کرد) کی طرف ہجرت کر گئے۔ یہ نظریہ تاریخ دانوں کے لئے مختلف سوالات پیدا کرتا ہے کہ بلوچ ہزاروں سالوں سے انڈیا میں مقیم تھے اس لئے بلوچ کی پیش رفت عرب سے مناسب ہے۔

اس طرح بلوچ قوم کی عرب سے نسلی تعلق قائم کرنا نا کافی ہے۔ لسانی طور پر بلوچ

اور عرب زبان میں بہت فرق پایا جاتا ہے بلوچی زبان ایک ہندو اور ایرانی زبان سے جو کہ عربی زبان سے یکساں نہیں ہے لفظ بلوچ کو عربی میں ہم بلوش پڑھتے ہیں چ عربی میں نہیں پایا جاتا اور لسانی طور پر عربی اور بلوچی میں ایک تظاد پایا جاتا ہے۔ یہ خیال کہ بلوچ عربی نسل سے تعلق دار ہیں درست نہیں۔

یہ نظریہ کہ بلوچ آرائی نسل سے تعلق رکھتے ہیں جنہیں بلوچ تاریخ دانوں اور دانشوروں نے درست جانا ہے۔ جن میں دشتی ۲۰۱۲ کریم زادی a۲۰۱۵ اور b۲۰۱۵ جان محمد ۱۹۸۹ مریز 1888 شامل ہیں یہ یقین ہے رکھتے ہیں کہ بلوچ لسانی طور پر ہندو ایرانی گروہوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ جیسا کہ ثقافتی سماجی تاریخی اور لسانی یکسانیت اور جسمانی ساخت کی وجہ سے کیپسین سی کے مکین ہیں کریم زادی ۲۰۱۵ اس بات کی پیروی کرتے ہوئے بلوچ کو آرائی نسل سے جوڑتا ہے۔ اس طرح دشتی ۲۰۱۲ بھی لسانی اور ثقافتی پہلو کے دلائل کو مدنظر رکھتے ہوئے اس نتیجے پر پہنچے ۲۰۰ بی سی میں بلوچوں اور دیگر ہندو اور ایرانی قبائل کے ساتھ وسطی ایشاء سے کیپسین سی ایرانی سطح مرتفع کی طرف ہجرت کی۔

بلوچستان کی تخلیق

اس کے ساتھ ہیں علاقائی اندرونی سازشوں سفارتی اور سیاسی صورتحال پر قابو پاتے ہوئے انہوں نے بلوچ (Society) کو ایک آئینی ساخت دی جو کہ تحریری نہیں تھا بلکہ سماجی اقتدار اور ثقافتی معیار پر مبنی تھا اس طرح ایک پارلیمنٹ تشکیل دی جو مغربی طرز حکومت سے یکسانیت رکھتی تھع جن میں دو ایوان اور ایوان بالا اور ایوان زیریں تھے۔ نصیر خان کے دور حکومت میں معاشی ترقی عروج پر تھی زراعت خاص کر کچھے کی زرخیز زمین قلات کی معشیت کی اہم ترین مثال تھی اور کچی کی آبپاشی کو نظام (ڈیم) اور چینل پر مشتمل تھی جو کہ قدیم دور کا بنا ہوا تھا خان کی ہدایت پر سرکاری ملازمین ڈیم اور چینل کے نظام کو منظّم کرتے کچھی کا علاقہ جھالاوان اور سراوان کے مختلف قبائلوں میں تقسیم تھا اس طرح مختلف جنگوں میں اپنی فوجی حیثیت سے اپنی کارکردگی پیش کرتے تھے۔ ہر سردار قبائیلی سربراہ کی ذمہ داری ہوتی

تھی کو قبیلوں کی طرف سے حقوق فراہم کریں۔ سونڈلر۱۹۹۲-۱۹۶۹ اس طرح خود مختاری کو مظبوط کرنے کے لئے اپنے وسائل کو بہتر بناتے تھے جو مزید موروثی طور پر ان کی سرداری چناؤ میں اہم کردار ادا کرتا تھا اس طرح سماجی معاشی تبدیلی سے بلوچ معاشرے نے جنم لیا اور اس طرح قبائلی سربراہ کی جگہ جاگیردارانہ تصور شروع ہوا پیسٹو رالست) نظام میں نیا تھا۔

اس طرح ۱۸۱۷ میں میر نصیر خان کی وفات کے بعد یہ شاندار اور طویل علاقہ سفارتی اور آئینی ساخت اور اندرونی اتحاد کےختم ہونے پر اختتام پذیر ہوا۔ میر نصیر خان کی وفات کے بعد ریاست قلات بحران کا شکار ہوگئی اور ان جانشینوں کو ان کے ان چچا زاد بھائیوں جن کو مختلف سرداروں کی حمایت حاصل تھی تخت نشینی کے حوالے سے کافی مشکلات کا سامنا تھا۔ تخت قلات کے سلسہء نسب میں اور دعویدار تھے چونکہ خان جاگیردارنہ نظام کی حوصلہ افزائی کرتا تھا جبکہ بیشتر سردارانہ نظام پر یقین رکھتے تھے اور سردارانہ نظام کے حامی تھے۔ (اکس مین۲۰۰۹)۔ جغرافیائی اہمیت کی بدولت دو عالمی طاقتوں عظیم برطانیہ اور روس کی توجہ کا مرکز بنا اس طرح عظیم برطانیہ نے بلوچستان اور افغانستان پر مشتمل ایک بفرزون بنایا تاکہ روس بحیرہ عرب (گرم پانیوں) تک رسائی حاصل نہ کر سکے۔ قبائلی دشمنیوں اور اندرونی غیر مستحکم صورتحال نے برطانوی طاقت کو بلوچستان پر قبضہ کا موقع فراہم کیا (صدیقی ۲۰۱۲) بلوچستان اور افغانستان اپنی غیر مستحکم صورتحال کی وجہ سے اس قابل نہیں تھے برطانیہ کو توسیع پسندی کو شمالی ایشیاء تک روک سکتے اور روس کی موجودگی برطانیہ کے لئے خطرہ تھی اور برطانیہ روسی طاقت کو روکنے کے لئے ہر حکمت عملی اپنانے کو تیار تھا برطانوی طاقت کی بلوچستان میں مداخلت اصل میں اپنے سامراجی حریف روسی سلطنت کی وجہ سے تھا۔ جغرافیائی لحاظ سے بلوچستان اور افغانستان بہت زیادہ اہمیت کے حامل تھے اسی لئے روس آہستہ آہستہ وسطی ایشیاء تک آیا۔ اور ان دو خطوں کو بہت حساس قرار دیا گیا۔ (صدیقی ۵۴-۲۰۱۲) ریاست قلات کی کمزور اقتدار کی ساخت کو بدلتے ہوئے خان قلات کی جگہ گورنر جنرل کو سربراہ بنا دیا گیا اس اس طرح بلوچستان کو مختلف انتظامی یونٹس میں تقسیم کر دیا گیا۔

برطانوی طاقت کی آمد کے ساتھ ہی بلوچستان میں سیاسی سماجی اور انتظامی تبدیلیوں کا

سلسلہ شروع ہوا اور بلوچستان کو سیاسی سماجی اور قبائیلی اعتبار سے کنٹرول کرنا شروع کیا۔ اور برطانوی طاقت نے ڈیو اینڈ رول کی پالیسی کو اپناتے ہوئے خان آف قلات کو اپنے ماتحت رکھ کر اس کے اقتدار کو محدود رکھتے ہوئے ان کی پیچیدگیوں کے بیچ ثالثی کا کردار ادا کیا۔ اور انتظامی اصلاح کی صورت میں سر سنڈیمن نے بلوچ معاشرے کے بنیادی اصولوں میں تبدیلی کی اور بلوچوں کی مزاحمت کو ختم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ بلوچستان برطانوی حکومت کے لئے ایک سرحدی ریاست کے علاوہ کچھ نہ تھا اور پبلک سروسز کو پس پشت رکھا گیا اور بلوچستان کے لوگوں کو سیاسی سماجی اصلاحات میں کوئی اہمیت نہیں دی گئی جب کہ اس برعکس دوسرے علاقوں میں ترقیاتی کام کروائے گئے۔ بلوچ علاقوں کو جان بوجھ کر پیچھے اور ترقی سے دور رکھا گیا بلوچستان کے لوگوں کے ساتھ آج بھی وہی حکمت عملی برتی جا رہی ہے۔ قبائلی اور سردارانہ نظام مختلف مسائل کی جڑ تھے۔ جیسے نا اتفاقی جاگیردارانہ نظام قبائلی دشمنی اندرونی لڑائیاں ڈرامائی معشیت اور سماجی تبدیلیاں۔

بلوچ قوم میں تبدیلیاں

بلوچ قوم کو ہم بہتر طور پر ہٹن سمولسٹ کے نظریے سے سمجھ سکتے ہیں جس میں جدید قوموں کو ہم پرانی (کمیونٹیز) یعنی نسلی گروہوں کی بڑھتی ہوئی قسم سے ہے اس طرح جدید قومیت کی بنیاد مختلف نسلی اور ثقافتی گروہوں سے ہے۔ (داسمٹ ۲۰۰۱، ۱۹۹۵، اور ۲۰۰۴) بلوچ نیشنلزم اور پاکستانی وفاق کے ساتھ ناراضی اور ناگواری، بلوچستان کی تاریخ ان کی پہچان اور وسائل یہ تمام عناصر بلوچ نیشنلزم اور اس کے محرکات کو ظاہر کرتا ہے۔ جو کہ پاکستانی فیڈریشن سے پہلے کا ہے۔ تاہم پاکستان بننے کے بعد ایک نئی شکل اختیار کر کے اپنے مقصد کی طرف رواں دواں ہے۔ بلوچ نیشنلزم برطانوی سامراج کی آمد کے ساتھ ہی ۱۸۳۹میں ارتقاء پذیر ہوا اور ۱۹۴۷ پارٹیشن سے پہلے قلات ایک رسمی اور خود مختار ریاست تھی۔ ۱۸۷۶ کے ایک معاہدے کے مطابق جو کہ ریاست قلات انگریز سرکار سے درمیان ہوا ریاست قلات برطانوی حکمرانوں کے ماتحت رہے گا۔

بلوچ قوم کے متحرکات

آزادی کے بعد مارچ ۱۹۴۸ خان آف قلات میر احمد یار اور محمد علی جناح جو کہ پاکستان کے پہلے گورنر جنرل تھے نے ایک معاہدے کے مطابق بلوچستان کو پاکستان کا حصہ بنایا (خان۲۰۱۴) تاہم بلوچستان مکمل طور پر پاکستان حصہ بننے کے باوجود ۱۹۷۰تک مختلف سیاسی متزلز کا شکار ہوا حکومت پاکستان سے صوبائی حیثیت حاصل کرنے کے لئے بلوچ رہنماؤں کی کوششیں کامیاب ہوئی ان رہنماؤں میں اہم قبائلی شخصیات، سردار اور شرفاء شامل تھے اس دور میں نیشنلزم مختلف تضادی قوتوں اور جزئیات کا شکار تھی سیاسی جزئیات میں قبائلی سردار صوبے میں سرگرم تھے یہ وہ وقت تھا جن میں مختلف اتحادی جماعتیں تقسیم درتقسیم ہو رہی تھی لیکن بلوچ نیشنلسٹ پارٹیوں کا مقصد یکساں تھا جس میں صوبائی خود مختاری وسائل پر کنٹرول اور میگا پروجیکٹ وغیرہ۔

۱۹۷۰کے عام انتخابات میں بلوچ اور پشتون نیشنلسٹ (نیشنل عوامی پارٹی) صوبائی اور قومی اسمبلی میں اکثریت سے کامیاب ہوئے اور جمعیت علماء اسلام سے مل کر صوبائی حکومت بنائی تاہم اس حکومت کی مدت بہت مختصر تھی۔یہ وہ وقت تھا جب بلوچ نیشنلزم ایک مناظراتی طور پر عیاں تھی جہاں مختلف تضادی قوتیں ایک ہوکر سیاسی حصہ بنی سیاسی جماعتیں اس وقت صوبہ میں سیاسی رہنماؤں اور خاص کر قبائلی سرداروں میں عروج پر تھی۔ اور اس وقت ہر ایک نے اپنی مرضی کے ایک دوسرے کے اوپر الگ الگ الزامات لگائے اگرچہ یہ الزامات کبھی ثابت نہیں ہو پائے اسی طرح ANPصوبائی حکومت میں سردار عطاء اللہ کی جگہ ایک پروفیڈریشن کو منتقل کیا گیا بلکہ بلوچوں اور وفاق کے بیچ مزید پیچیدگیاں پیدا ہوئی اور ANPکے ۵۰سے زائدممبران پے غداری کے الزامات عائد کئے گئے اسی طرح ایک تصادمی سلسلہ وفاق اور بلوچوں کے درمیان شروع ہوا یہ نفرت اور دشمنی بلآخر بغاوت کو صورت میں ابھرا ۱۹۷۰ میں فوجی بغاوت نے پہلے سے زیادہ شدید خونریزی کی شکل اختیار کر لی تاہم ۱۹۷۷ میں جب ضیاء الحق ایک فوجی آمر بر سر اقتدار ہوئے تو تمام قوم پرست قیدیوں کو آزادی کی نوید سنا دی گئی۔ جن میں بلوچ قوم پرست بھی شامل تھے۔ اور حیدرآباد

(ٹربیونل) کیس کو بغیر فیصلے کے ختم کر دیا گیا۔ ۱۹۷۷ سے ۲۰۰۰ تک بلوچ نیشنلسٹ اور پاکستانی وفاق کے درمیان خاموشی اور سکون کا دور تھا۔ اس دوران کوئی بڑا جارحانہ کردار دونوں اطراف سے نظر نہیں آیا لیکن بلوچ رہنماؤں اور پارٹی لیڈر صوبائی خود مختاری اور قدرتی وسائل کو کنٹرول کرنے کے لئے سرگرم رہے۔

بلوچ قوم کی ناکامی شاید وفاقی اصولوں کے جذب ہونے کی وجہ سے ہے خاص کر ۱۹۷۰ سے بلوچ نیشنلزم اپنی ارتقاء اور واقفیت میں (مونوپٹک) نہیں ہیں اس کے دو اہم پہلو ہیں جس میں وفاقی پیروکار اور نیشنلسٹ پیروکار۔ پہلے پیروکار پاکستانی وفاق کے تابعدار بن کے صوبائی خودمختاری اور قدرتی وسائل پر کنٹرول کے لئے جدوجہد میں مصروف کار ہیں جب کہ دوسری طرف خود شناسی اور آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ مختصر یہ کہ بلوچ قوم پرستوں کے بڑھتے ہوئے احساسات پاکستان کی غیر منصفانہ سماجی اقتصادی پالیسیوں کا نتیجہ ہے۔

نتیجہ

اس مطالعہ میں بلوچوں کی ابھرتی ہوئی قومی حیثیت کا تجزیہ جدید نظریہ کی روشنی میں کیا گیا ہے۔جس میں چار مختلف نظریات کو زیر بحث لا کر بلوچ قوم کی بنیاد اور ان کی قومیت کو جانچا گیا ہے۔ اس تحقیق میں بے شمار تاریخی اور سیاسی واقعات معاشی جغرافیائی قوتوں کو جاننے کی کوشش کی گئی ہے۔ جو بلوچ قومیت کی بنیاد بنی جس میں تمام بلوچ نسل سے تعلق رکھنے والے قبائل کو متحد اور متفق کرنے کا جواز پیش کیا۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ بلوچ قوم پرستی ہند ایرانی مداخلت اور بلوچستان کے تاریخی اور سماجی معاشی اور سیاسی حالات کے نتیجے کا ثمر ہے۔ خاص کر بلوچ قوم اور بلوچ قومیت کا تصور اور سماجی اور سیاسی تبدیلیوں کا تعلق برٹش کی نو آبادیاتی اور برصغیر میں نیشنلزیشن کے ساتھ عیاں ہوئی۔ متعلقہ تاریخی ادب میں خانان قلات اور بلوچستان کی صورتحال کو زیر غور لا کر بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح برٹشن راج میں ریاست قلات میں مداخلت کر کے خان قلات کی اقتدار کا

خاتمہ کر کے بلوچستان پر حکمرانی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ۱۹۴۸ میں رسمی طور پر بلوچستان پاکستانی وفاق کا حصہ بنا۔ برطانوی حکومت اپنی سٹریٹیجک وجوہات کی بنا پر بلوچستان کے روایتی قبائلی ڈھانچے میں تبدیلیاں کر کے اس کے توازن کو متاثر کیا۔ جس کی وجہ سے بلوچستان کی سیاسی سماجی اور اقتصادی صورتحال میں تبدیلیاں رونما ہوئی جو ابتک بحال نہ ہو سکی۔

اگرچہ برطانوی آمد سے بلوچستان کے معاشرے کو دوبارہ تغیر اور بحال کرنے کی کوشش کی گئی اس کی تعمیر اور ترقی کے لئے سڑکوں اور ریلوے لائن کا جال بچھایا گیا۔ لیکن یہ تعمیراتی کام بلوچستان کی آبادی کے سماجی اور معاشی ضروریات کے عین مطابق نہیں تھا۔ جیسا کہ برطانوی مواصلاتی نیٹ ورک اور بلوچستان کی آبادی متصل نہیں تھا۔ اس دور میں قلات کی سیای اور معاشی اہمیت کو کم کرنے کے لئے برطانوی بلوچستان میں کافی ترقیاتی کام ہوئے۔ اس طرح آزادی کے بعد سیاسی استحکام قبائلی افواج اور بلوچستان کے سیاسی اشرافیہ کے اقتصادی مفادات میں بلوچ قوم پرستی کو سراہا۔ اس پورے دور میں اگر بلوچوں کی آبادی کا ایک حصہ پاکستانی فیڈریشن کی انتہا پسندی اور ناانصافی کے خلاف آواز بلند کرتے ہوئے بلاآخر پاکستان کے خلاف عسکریت پسندی کی راہ اختیا ر کی اور دوسری طرف حکمرانی کا قیام اور ان کے عہد اداروں کے خلاف تھا۔ بلوچ معاشرے میں موجود قبائلی ڈھانچے میں کبھی بھی ایک ٹھوس قوم پرستانہ ایجنڈے اور متحد نسلی گروہ کے ساتھ ملک بنانے کی اجازت نہیں دی۔ اگرچہ موجودہ قوم پرستی کا تصور تبدیل ہو چکا ہے۔ حالانکہ تاریخی طور پر اسے قبائلی افواج اور سیاسی اشرافیہ کی طرف سے مرکزی حکومت کے قیام اور اپنے سیاسی مفادات و مقاصد کی تکمیل کے لئے ایک سازش کے طور پر استعمال کرتے رہے یا زیادہ سے زیادہ بلوچستان کی سیاسی اور معاشی صورتحال کو کنٹرول یا برقرار رکھنے کے لیے استعمال ہوتی رہی۔

حوالہ جات

۱۔ احمد،سعید اقبال، بلوچستان : اٹس اسٹرجک امپورٹنس، کراچی۔ پاکستان: رویال بک ایجنسی(۱۹۹۲)۔

۲۔ اینڈرسن،بی۔ امیجنڈ کمیونٹیز: رفلکشن آن دی اوریجن اینڈ اسپریڈآف نیشنلزم۔ لندن: ویرو(۱۹۸۳)۔

۳۔ ایکسن مین، مارٹن بیک ٹو فیوچر : دی خانات آف قلات اینڈ دی جینس آف بلوچ نیشنلزم کراچی: آکسفورڈیونیورسٹی پریس(۲۰۰۹)۔

۴۔ بلوچ،حمید ۔بلوچستان پیپرز :کلاسیفائیڈڈاکومینٹس آن قلات اسٹیٹ اینڈ ایسٹرن ٹیروٹیوریز فرام ۱۹۲۵ ٹو۹۴۸۱ ۔سید ہاشمی ریفرینسزلائبیر یری کراچی :پاکستان(۲۰۰۷)۔

۵۔ بلوچ، حمید ۔مکران : عہدقدیم سے عہد جدید تک۔ سٹی بک پوائنٹ: کراچی(۲۰۰۹)۔

۶۔ بلوچ، جسٹس میر خدابخش بجارانی مری، سرچ لائیٹس آن بلوچس اینڈ بلوچستان ،پاکستان: ایم اے عارف پرنٹرز کراچی (۱۹۷۱)۔

۷۔ بلوچ، ثناء اللہ، دی بلوچستان کونفلیکٹ : ٹو ورڈس اے لوزنگ پیس۔ ان پاکستان سکیو رٹی سرچ یونٹ (پی ایس آر یو) بریف نمبر 7,1-9(۲۰۰۷)۔

۸۔ بلوچ، عنا یت ا للہ ،دی پروبلم آف گریٹر بلوچستان: اے ا سٹڈی آف بلوچ نیشنلیزم۔ سٹٹ گارٹ: ٹیسز۔ ورلاگ ۔ویزبین۔جی ایم جی ایچ(۱۹۷۸)۔

۹۔ بلوچ ،میر احمد یار خان،انسائیڈ بلوچستان:اے پولیٹیکل آٹوبائیوگرافی آف ہیز ہائیس بگلر بیگی خان اعظم 8 (2nd eds) کراچی پاکستان رویال بک ایجنسی (۱۹۷۵)۔

۱۰۔ بلوچ، محمد سردار خان،ہسٹری آف بلوچ ریس اینڈ بلوچستان گوشہء ادب، کوئٹہ:پاکستان(۱۹۵۸)۔

۱۱۔ بیلے ایچ ڈبلیو،فرام دی انڈس ٹو دی ٹگرس:اے پیریڈآف اے جرنی ترو دی کنٹریز آف بلوچ، افغانستان ،خراسان ،اینڈ ایران، لندن ٹریوبنر(۱۸۷۴)۔

۱۲۔ بریسی،تاج ،محمد ،بلوچ نیشنلیزم اٹس اوریجن اینڈ ڈیلوپمنٹ، کراچی:رویال بک کمپنی(۲۰۰۴)۔

۱۳۔ ڈیمس،ایم ایل،دی بلوچ ریس :آ ہسٹوریکل اینڈ اتھنولوجیکل اسکیچ لندن رویال ایسیٹک سوسائیٹی(۱۹۰۴)۔

۱۴۔ دشتی نصیر،دی بلوچ اینڈ بلوچستان : این ہسٹوریکل اکاؤنٹ فرام دی بگننگ ٹو دی فال آف دی بلوچ اسٹیٹ ۔یو ایس اے: ٹرافور ڈیو پبلیشرز(۲۰۱۲)۔

۱۵۔ گلینر ،ارنیسٹ *نیشن اینڈ نیشنلیزم*۔آکسفوڈر:بلیکویل پبلیشینگ لمیٹڈ(۱۹۸۳)۔

۱۶۔ گرسویچ،آئی،اے *لوکستس لیگ :اسٹیڈیز ان ہونر آف ایس ایچ ٹکیزڈور لندن* :پرسی لنڈ، ہرنفریز (۱۹۶۲ اے)۔

۱۷۔ گرسویچ،آئی،ان الیاگر سوچ اینڈ نیکولاس سمس ،ولیمز (ایڈ) *فلولوجیا ایرانیکا* ۔برلن :ایل۔ ریچرٹ (۱۹۶۲بی)۔

۱۸۔ ہریسن ،سلیگ ایس ،*ان افغانستان شیڈو :بلوچ نیشنلیزم اینڈ سویت ٹیمپٹیشن* : واشنگٹن ،ڈی سی: کادنیگلہ(۱۹۸۱)۔

۱۹۔ ہوبسیم ،ای جے *نیشن اینڈ نیشنلزم سنس۱۷۸۰پروگرام :میتھ ریلیٹی* ،یو کے : کیمبرج یونیورسٹی پریس (۱۹۹۰)۔

۲۰۔ ہوروونز،ڈونلڈ ڈی،*ای تھنک گروپس ان کنفلیکٹ* ،بریکلی:یونیورسٹی آف کیلیفورنیا(۱۹۸۵)۔

۲۱۔ ہیوز، اے ڈبلیو،*دی کنٹری آف بلوچستان: جیو گرافی ٹوپوگرافی، اتھنولوجی اینڈ ہسٹری* (ایڈ)جناح روڈ کوئٹہ : بک ورڈ(۲۰۰۲)۔

۲۲۔ جعفرلوٹ، کرسٹو،*پاکستان نیشن نیشنلزم اینڈ دی اسٹیٹ* (ایڈس) لاہورپاکستان :وین گارڈ بکس پرائیوٹ لمیٹڈ(۲۰۰۲)۔

۲۳۔ جہانی۔کارینا ایٹ آل *دی بلوچ اینڈ دئیر نیبرس :ایتھنک اینڈ لنگوسٹک کنٹیکٹ ان بلوچستان ان اسٹوریکل اینڈ ماڈرن ٹائمز* (ایڈز) ۔ویزباڈن ریچرٹ(۲۰۰۳)۔

۲۴۔ جان محمد*دی بلوچ کلچرل ہیری ٹیج*، کراچی :رویال بک کمپنی،(۱۹۸۲)۔

۲۵۔ جان محمد *ایسیز آن بلوچ نیشنل اسٹرگل ان پاکستان ایمرجینس ڈیمینیشز ریپرکیشنز*،کوئٹہ گوشہ ادب (۱۹۸۹)۔

۲۶۔ جیلیٹے ،راجشیر،بلوچ اتھنٹی اینڈ نیشنلزم (۱۹۷۱-۱۹۸۱):این اسسمنٹ ان: *ایشین اتھنسٹی*، 3(1),7,26۔(۲۰۰۴)

۲۷۔ کریم زادی،ایس *ڈائیلیکٹ آف ریگریسیو ایریز* ،لندن :امگام پریس(2015 اے)۔

۲۸۔ کریم زادی،ایس *میتھو لوجی آف ڈسپشن* ،لندن :امگام پریس(2015 بی)۔

۲۹۔ خان گلا آو ر،*پولیٹکس آف نیشنلزم ،فیڈرلیزم اینڈ سپرٹزم :دی کیس آف بلوچستان ان پاکستان*، پی ایچ ڈی تھیسز، یونیورسٹی آف وسٹمنسٹر، یو کے(۲۰۱۴)۔

۳۰۔ کیڈودی رائے،ایلے،نیشنلزم *آکسفورڈ* :بلیک وال پبلیشرز لمیٹڈ(۱۹۶۰)۔

۳۱۔ کیڈودی،ایلے،*نیشنلزم*، لندن بلیک وال پبلیشرز لمیٹڈ(۱۹۹۴)۔

۳۲۔ مری،شاہ محمد *مری بلوچ جنگی ندحمت خان کا ہفا دفع* (اردو ٹائیٹل۔ڈیفینس آف خاہان)رائیٹر ،چارلس رینلڈ ولیم:ٹرانسلیٹر شاہ محمد مری، لاہور :تخلیقات(۱۹۹۲)۔

۳۳۔ مری، شاہ محمد *بلوچ قوم اعہد قدیم سے ریاست کی تشکیل تک* (اردو) کراچی سٹی بک پوائنٹ(۲۰۱۰)۔

۳۴۔ میتھسن،سالیویا،*دی ٹگرس آف بلوچستان* نیو یارک :آکسفورڈ یونیورسٹی پریس(۲۰۰۹)۔

۳۵۔ مورس،سی،*دی آداین ریس آسٹس اوودیجن اینڈ آسٹس اچیومنٹس*، شکاگو، ایس سی، گریگ اینڈ کو (۱۸۸۸)۔

۳۶۔ نارنگ،اے ای ،اٹ، آل،ریسینٹ ایڈمکیچر ان این انڈین پاپولیشن آف افریکن انسیسٹری ان: *امریکن جنرل آف ہیومن جینیٹکس*، 89(1)120,111(۲۰۱۱)۔

۳۷۔ نصیر، گل خان،*کوچ اینڈ بلوچ* (اردو)کوئٹہ:گوشہء ادب(۱۹۹۸)۔

۳۸۔ نصیر ،گل خان،*تاریخ بلوچستان* (ہسٹری آف بلوچستان)(5thایڈیشن) ،کوئٹہ :قلات پبلیشرز(۲۰۱۰)۔

۳۹۔ نیکولینی،بیٹریسن،دی۔ مکران ،بلوچ ۔افریکن ۔نیٹ ورک ان زنزیبار اینڈ ایسٹ افریکا ڈیورنگ دthXIX- سنچری۔ ان: *افریکن اینڈ ایشین / سٹڈیز*، 347-370(4)5(۲۰۰۶)۔

۴۰۔ پوٹینگر،سر ہنری*ٹریولزان بلوچستان اینڈسندھ*،فارنبورو۔ گریگ (۱۹۷۲)۔

۴۱۔ پوٹینگر،اینچ،*ٹریولز ان بلوچستان اینڈ سندھ* ،لندن :لانگ مین(۱۸۱۶)۔

۴۲۔ رولیسن،جی، *دی سکستھ گریٹ اورنیٹل مونارچ :جیوگرافی،ہسٹری،اینڈ انٹیقوٹیز آف پرتھیا*، لندن :لانگ مینز ،گرین اینڈ کو(۱۸۷۳)۔

۴۳۔ سائیلینز،ایم *ٹرائیب مین* ،انگلووڈ کلیف :پرینٹس ،ہال(۱۹۶۸)۔

۴۴۔ شیخ ،صادق علی شیر انصاری،*اے شارٹ اسٹوریکل اینڈ ٹریڈیشنل آف دی مسلمان ریس فاؤنڈ ان، سندھ ،بلوچستان اینڈ افغانستان، دیئیر جینولوجیکل سب ڈویژنز اینڈ سیپٹز ٹوگیدر ود اتھنولوجیکل اینڈاتھنو گرافیکل اکاؤنٹ* ،کراچی:پرنٹڈ ایٹ دی کمشنرز پریس(۱۹۰۱)۔

۴۵۔ صدیقی،فرحان حنیف،*دی پولیٹکس آف اتھنوسٹی ان پاکستان :دی بلوچ، سندھی ،اینڈ مہاجر اتھنک موومنٹ*، لندن اینڈ نیو یارک:روتھلیج(۲۰۱۲)۔

۴۶۔ اسمتھ،اینتھونی ڈی،*نیشنز اینڈ نیشنلزم ان گلوبل ایرا* ،یو کے :پولیٹی

۴۷۔ اسمتھ،اینتھونی ڈی، *میتھس اینڈ میموریز آف نیشن*،آکسفورڈ اینڈ نیو یارک:آکسفورڈ یونیورسٹی پریس(۱۹۹۹)۔

۴۸۔ اسمتھ اینتھونی ڈی، *نیشنلیزم: تھیوری،آئیڈلوجی،ہسٹری*، پولیسی پریس یو کے، بلیک وال پبلیشنگ لمیٹڈ(۲۰۰۱)۔

۴۹۔ سمتھ اینتھونی ڈی،ڈیڈنگ دی نیشن، ان:ڈینیل کنورسی (ایڈیٹر) *اتھنو نیشنلزم ان دی کنٹمپراری ورلڈ* ،لندن /نیو یارک :روٹلیج، 71-53 ۔(۲۰۰۴)۔

۵۰۔ اسپینسر،سی ایس،آن دی ٹیمپو اینڈ موڈ آف اسٹیٹ فورمیشن :نیوہولوشنلزم، ری کونسیڈرڈ؛*جرنل آف انتھروپولوجک آرخیالوجی*،(2)1-30۔(۱۹۹۰)۔

۵۱۔ سویڈر،نینا، *دی پولیٹیکل / سٹرکچر آف ٹریبل فیڈریشن:دی براہوی آف، بلوچستان* ،.جی ایچ ڈی تھیسز،لولمبا یونیورسٹی(۱۹۶۹)۔

۵۲۔ سوئیڈر ،نینا،پولیٹکل اکونومی آف اے ٹریبل چیف ڈرم ،ان :*بولیے آف بے ہاف آف دی امریکن انتھرولوجیکل ایسوسی ایشن*، 19,(3)553-570۔(۱۹۹۲)۔

۵۳۔ دی امپرئیل گزیٹیر آف انڈیا*،آرگون براؤون* v، 6 ۔ آکسفورڈ:دی کلارینڈ پریس(۱۹۰۸)۔